٭٭٭ تقریر ٭٭٭

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7 منٹ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

"اِسمِ اعظم اللہ ہے"

(مسیح موعودؑ)

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ(الاخلاص:2-6)

کہ تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔اللہ بے احتیاج ہے۔نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

(درثمین)

معزز سامعین!ہم دنیا میں اکثر دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کا ایک ذاتی نام ہوتا ہے اور بعض انسانوں کو اُن کے عزیز رشتہ دار، اُن کے والدین اور دوست احباب پیار سے کچھ نام رکھ دیتے ہیں جو صفاتی نام کہلاتے ہیں یا قلمی نام یا نِک نیم کہلاتے ہیں۔اِسی طرح خالق کائنات کا ذاتی نام اللہ ہے جس کو اُس کے بلند اور اعلیٰ مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔باقی اُس کے صفاتی نام ہیں جن کی تعداد احادیث میں ننانوے (99) بیان ہوئی ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اِسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

(حديقة الصالحين حديث نمبر9)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سَو، جو زندگی میں اِن کو مدّ نظر رکھے گا اور ان کا مظہر بننے کی کوشش کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔یہاں احصا کا مفہوم محض نام گن لینے تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے۔اسمائے الٰہیہ کو یاد کرنا یقیناً باعثِ برکت ہے، لیکن اُن کے معانی کو سمجھنا، اُن پر غور کرنا، اُن کے تقاضوں کے مطابق دعا کرنا اور اپنی زندگی میں اُن کی تعلیمات سے رہنمائی لینا اس معرفت کو عملی صورت عطا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے نام انسان کو اُس کی صفات سے روشناس کراتے ہیں اور یہی معرفت اُس کے ساتھ زندہ تعلق کی بنیاد بنتی ہے۔ایک اَور مقام پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی کسی کو مارے تو چہرے پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔(یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس میں یہ استعداد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ظلّی طور پر اپنا سکے)

(حديقة الصالحين حديث نمبر14)

سامعین!اللہ کی صفات میں سے ہر صفت پر آئندہ الگ سے گفتگو ہو گی۔ان شاء اللہ۔آج کا دن اللہ کے ذاتی نام کی اہمیت پر مخصوص ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر اپنے اِس نام کو اپنے ذاتی نام کے طور پر پیش کیا ہے جیسے متلوّ آیت میں جو ترجمہ کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نام کو سورۃ الفاتحہ کے آغاز پر ہی ایک جامع اَور اچھوتے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (الفاتحہ:2-4) کہ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔گویا اپنے ذاتی نام کی وضاحت اپنی تین بنیادی صفات کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس تعلق کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"اَلْحَمْدُلِلّٰہِ تمام محامد اس ذات معبود بر حق مُستجمعِ جمیع صفاتِ کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ اُس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود بر حق اور مُستجمعِ جمیع صفاتِ کاملہ اور تمام رزائل سے منزّہ اور واحد لا شریک اور مبدء جمیع فیوض ہے کیونکہ **خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآنِ شریف میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء وصفات کا موصوف ٹھہرایا ہے** اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ رتبہ نہیں دیا۔ پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیّتِ تامّہ یعنی کامل طور پر اُن صفات کا حامل ہونے کی وجہ سے ان تمام صفتوں پر دلالت ہے۔ جن کا وہ موصوف ہے اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اس لئے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے۔ پس خلاصہ مطلب اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کا یہ نکلا کہ تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اور نیز جس قدر محامدِ صحیحہ اور کمالاتِ تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے یا فکر کسی متفکّر کا ذہن میں لا سکتا ہے۔ وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں اور کوئی ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے۔ مگر اللہ تعالیٰ بدقسمت انسان کی طرح اس خوبی سے محروم ہو بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو خدا میں نہ پائی جائے جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہیں اور اس کو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کُلّ الوجوہ کمال حاصل ہے اور رزائل سے بکلی منزّہ ہے۔ اب دیکھو! یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچا اور جھوٹا مذہب ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ بجز اسلام دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رذائل سے منزّہ اور تمام محامدِ کاملہ سے متّصف سمجھتا ہو۔"

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 435-436 حاشیہ نمبر 11)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اس سورۃ کو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ سے شروع کیا گیا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک حمد اور تعریف اس ذات کے لئے مسلّم ہے جس کا نام اللہ ہے اور اس فقرہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ سے اس لئے شروع کیا گیا کہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت روح کے جوش اور طبیعت کی کشش سے ہو اور ایسی کشش جو عشق اور محبت سے بھری ہوئی ہو ہر گز کسی کی نسبت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ شخص ایسی کامل خوبیوں کا جامع ہے جن کے ملاحظہ سے بے اختیار دل تعریف کرنے لگتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ کامل تعریف دو قسم کی خوبیوں کے لئے ہوتی ہے۔ ایک کمال حسن اور ایک کمال احسان اور اگر کسی میں دونوں خوبیاں جمع ہوں تو پھر اس کے لئے دل فدا اور شیدا ہو جاتا ہے اور قرآن شریف کا بڑا مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دونوں قسم کی خوبیاں حق کے طالبوں پر ظاہر کرے تا اس بے مثل و مانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جائیں اور روح کے جوش اور کشش سے اس کی بندگی کریں۔ اس نے پہلی سورۃ میں ہی یہ نہایت لطیف نقشہ دکھلانا چاہا ہے کہ وہ خدا جس کی طرف قرآن بلاتا ہے وہ کیسی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو اسی غرض سے اس سورۃ کو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ سے شروع کیا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ سب تعریفیں اس کی ذات کے لئے لائق ہیں جس کا نام اللہ ہے۔"

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 247)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کے الفاظ میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ جب اُن سے سوال کیا جائے اور اُن سے پوچھا جائے کہ اُن کا معبود کون ہے؟ تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ یہ جواب دے کہ میرا معبود وہ ہے جس کے لئے سب حمد ہے اور کسی قسم کا کوئی کمال اور قدرت ایسی نہیں مگر وہ اس کے لئے ثابت ہے۔ پس تو بھولنے والوں میں سے نہ بن۔"

(اردو ترجمہ عربی عبارت۔ کرامات الصادقین، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 100)

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"وہ ذات جو مُتصرّف مطلق اور عِلّتُ العلل اور تمام فیوض کا مبدء ہے جس کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ ہے"

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 429 حاشیہ نمبر 11)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ أَجْذَمُ

(ابوداود کتاب الادب باب الھدی فی الکلام 4840)

ہر قابل قدر گفتگو (اور تقریر وغیرہ) اگر خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بغیر شروع کی جائے تو وہ برکت سے خالی اور بے اثر ہوتی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 21)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأُ فِيهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فهو أَبْتَرُ

(تفسیر الکشاف (زمخشری) تفسیر سورۃ الفاتحۃ، زیر آیت بسم اللہ، صفحہ 25)

ہر اہم کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 21)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح میں فرمایا:

"اب یہ آیت جن کامل صداقتوں پر مشتمل ہے ان کو بھی سن لینا چاہئے سو منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اصل مطلب اس آیت کے نزول سے یہ ہے کہ تا عاجز اور بے خبر بندوں کو اس نکتۂ معرفت کی تعلیم کی جائے کہ ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو اصطلاح قرآنی ربانی کے رو سے ذات مُستجمع جمیع صفاتِ کاملہ اور منزّہ عن جمیع رذائل اور معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔ اس اسم اعظم کی بہت سی صفات میں سے جو دو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنے صفتِ رحمانیّت و رحیمیّت انہیں دو صفتوں کے تقاضا سے کلام الٰہی کا نزول اور اس کے انوار و برکات کا صدور ہے"

(روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 415 حاشیہ نمبر 11)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے جس قدر نام ہیں اللہ کے ماتحت ہیں، اللہ کا لفظ بیان فرما کر پھر صفاتِ کاملہ کا بیان ہوتا ہے۔ اس واسطے اللہ کے معنوں کے نیچے ایک تو یہ بات ہے کہ وہ ساری خوبیوں کا جامع ہے۔ جہاں تنزیہ کا ذکر ہے وہاں اللہ کا ذکر لا کر یہ ذکر کرتا ہے کہ ہر عیب سے پاک ہے۔ ان دو باتوں کے بعد فرماتا ہے۔ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ (حم السجدۃ:38) چونکہ وہ سارے محامد کا جامع اور ہر قسم کے عیب و نقص سے منزّہ ہے اس لئے اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ پھر اللہ کی صفت صمد ہے۔ صمد کے معنے خود ہی دوسرے مقام پر کھول کر بتائے ہیں۔ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ (فاطر:16) تم سب محتاج ہو۔ غیر محتاج صرف اللہ کی ذات ہے۔

غرض اللہ کے لفظ کے جو معنی ہیں کہ ساری خوبیوں والا اور ساری بُرائیوں سے منزّہ اور پاک، معبودِ حقیقی، اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت ناجائز ہے۔ یہ خلاصہ ہے تمام کلام الٰہی کا اور اس کا ذکر ہر رکوع بلکہ ہر آیت میں ہے۔ بخلاف اس کے دیگر کتابیں ہیں کہ ان کے صفحے کے صفحے پڑھ جاؤ، ان میں خدا کا نام تک نہ نکلے گا۔ بائبل میں ایک کتاب ہے۔ اس میں اللہ کا ذکر ضمیر کے رنگ میں بھی نہیں حالانکہ اُسے بھی کتبِ مقدسہ میں سے سمجھتے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں تو کوئی رکوع ایسا نہیں جہاں عظمتِ الٰہی کا ذکر نہ ہو۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 11-12۔ ایڈیشن 2024ء)

ایک اور مقام پر **اَللّٰہُ** کے مبارک اور مقدّس لفظ کے تحت کیا خوبصورت لکھا ہے۔

"**اَللّٰہُ**: یہ نام خدا کے واسطے عربی زبان میں اسمِ ذات ہے۔ خدا تعالیٰ کا خاص نام ہے جو صرف اُسی کی ذات پر بولا جاتا ہے۔ دوسری کسی زبان میں خدا تعالیٰ کے واسطے کوئی ایسا نام نہیں۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے بولا جاتا ہو اور ایک مفرد لفظ ہو اور کسی دوسرے کے واسطے کبھی استعمال نہ ہوتا ہو مثلاً انگریزی زبان میں اللہ تعالیٰ کے واسطے دو لفظ بولے جاتے ہیں۔ ایک گاڈ God اور دوسرا لاڈر Lord۔ سو ظاہر ہے کہ گاڈ God کا لفظ انگریزی زبان میں تمام رومی اور یونانی اور ہندی بُتوں پر بولا جاتا ہے اور

دیوتاؤں کے واسطے بھی استعمال ہوتا ہے اور لارڈ کا لفظ تو ایسا عام ہے کہ ایک معمولی فوج کا افسر بھی لارڈ ہوتا ہے اور ایک صوبہ کا حاکم بھی لارڈ ہوتا ہے بلکہ ولایت میں پارلیمنٹ ... کے تمام ممبر لارڈ ہی ہوتے ہیں۔ ایسا ہی فارسی زبان میں اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی خاص لفظ نہیں۔ جو لفظ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کے واسطے بولا جاتا ہے وہ خدا یا خداوند ہے۔ خدا ایک مرکّب لفظ ہے اور اِس کے معنی ہیں۔ خود آ، جو خود بخود ہے اور کسی نے اُس کو جنا نہیں اور فارسی لٹریچر میں یہ الفاظ اَوروں کے واسطے بھی استعمال میں آتے ہیں۔ ایسا ہی سنسکرت زبان میں جس قدر اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ وہ سب صفاتی ہیں۔ کوئی اسمِ ذات نہیں ... قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: کہہ دے اے محمد! تمام جہاں میں منادی کردے کہ وہ اللہ ایک ہے نہ اُس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اُس کی صفات میں کوئی اُس کی مانند ہے۔ نہ یسوع اللہ تعالیٰ، نہ رام، نہ کرشن، نہ بُدھ اور نہ کوئی اَور۔ ہمیشہ سے ایک ہی اللہ ہے اور ہمیشہ تک ایک ہی رہے گا۔ ایک ازلی ابدی خدا۔"

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 550-551)

پھر اللہ کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ

"**اللہ** نام ہے اُس ذات کا جو کہ سب نقصوں سے پاک اور سب کمالات کی جامع ہے"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 10)

" اللہ حقیقی معبود جس کے ہر آن ہم محتاج ہیں، تمام کامل خوبیوں سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزّہ۔ یہ اسم اعظم ہمیشہ سب اسماءِ حسنٰی کا موصوف ہی رہے گا۔"

(قرآن مجید مترجّم مرتّبہ حضرت مولانا میر محمد سعید صاحب صفحہ 1)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ اُس ذات پاک کا نام ہے جو ازلی ابدی اور اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم ہے اور مالک اور خالق اور رب سب مخلوق کا ہے اور اسم ذاتی ہے نہ کہ اسم صفاتی۔ عربی زبان کے سوا کسی اور زبان میں اس خالق ومالکِ کُل کا کوئی ذاتی نام نہیں پایا جاتا۔ صرف عربی میں **اللہ** ایک ذاتی نام ہے جو صرف ایک ہی ہستی کے لئے بولا جاتا ہے اور بطور نام کے بولا جاتا ہے۔ **اللہ** کا لفظ بھی اسمِ جامد ہے مشتق نہیں۔ نہ یہ اَور کسی لفظ سے بنا ہے اور نہ اِس سے کوئی اَور لفظ بنا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لَاہَ یَلِیْہِ سے مشتق ہے جس کے معنی تَسَتُّر، عَلُوّ اور اِرتِفَاع کے ہیں (اقرب) لیکن یہ درست نہیں بعض لوگ کہتے ہیں اللہ لَاہَ یَلُوْہُ سے نکلا ہے جس کے معنی چمکنے کے ہیں اور لَاہَ اللّٰہُ الْخَلْقَ کے معنی ہیں اللہ نے مخلوق پیدا کی۔ لیکن لسان العرب میں لکھا ہے کہ یہ معنی غیر معروف ہیں۔ پس یہ قیاس کہ یہ لَاہَ یَلُوْہُ سے نکلا ہے بالکل غلط ہے۔ بعض لوگ اسے غیر زبان کا لفظ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ سریانی کے لفظ لاھا سے نکلا ہے لیکن یہ بھی بالکل غلط ہے بلکہ سریانی زبان سے ناواقفیت کے نتیجہ میں ہے چنانچہ یورپین محققین کی رائے ہے کہ عربی کا لفظ اِلٰہ ابتدائی مادہ سے زیادہ قریب ہے۔ جرمن عالم Noldeke لکھتا ہے کہ عربی کا اِلٰہ اور عبرانی کے ایل پرانے زمانہ سے پہلو بہ پہلو چلے آتے ہیں اور عبرانی زبان جب عربی سے علیحدہ ہوئی ہے اس سے بھی پہلے سے یہ لفظ سامی زبانوں میں استعمال ہوتا تھا۔

(انسائیکلوپیڈیا ببلیکا زیر عنوان نیمز یعنی اسماء کی بحث)"

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 16-17 جدید آن لائن ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس میں حسن واحسان جمع ہیں اس لئے الحمد للہ سے شروع کیا گیا... اللہ تعالیٰ کا حسن یہ ہے کہ تمام قسم کی خوبیاں اُس میں پائی جاتی ہیں... کہ وہ تمام صفاتِ کاملہ کا جامع ہے، تمام صفات اُس میں جمع ہیں اور اُس کے احسان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار بڑے بنیادی اصول اس سورۃ (سورۃ الفاتحہ) کے مطابق بتائے ہیں جن کا مختصر ذکر کرتا ہوں۔ اُس کا پہلا احسان یہ ہے کہ وہ ربّ ہے، یعنی پیدا کر کے پھر اُس کے مطابق اُس کے مطلوبہ مقام تک کی انتہا تک لے جاتا ہے، اُس کی پرورش کرتا ہے۔ دوسرا احسان یہ ہے کہ اُس کی صفتِ رحمانیت ہے جو دوسرا احسان ہے، جس کے مطابق اُس نے ہر جاندار کو طاقتیں عطا فرمائی ہیں اور اُس کی ضروریات کے مطابق اُس کی بقا کے سامان مہیا فرمائے ہیں اور انسان کو اس میں سے سب سے زیادہ حصّہ دیا ہے۔ تیسرا احسان یہ ہے کہ جو اُس کی صفتِ رحیمیّت ہے کہ دعاؤں اور اعمالِ صالحہ کو قبول کرتا ہے اور بلاؤں اور آفات سے محفوظ رکھتا ہے، ان کا بدلہ دیتا ہے۔ چوتھا احسان اُس کا مالکیتِ یوم الدین ہے جس کے تحت وہ اپنے خاص فضل سے نوازتا ہے جس طرح چاہے اور جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔ اعمال کو پھل لگاتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے فضل سے لگتے ہیں۔ تو یہ چار احسان ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں جن کا مختصر ذکر میں نے کیا ہے۔" (خطبہ جمعہ 10/ فروری 2012ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ کا نام تمام اسمائے حسنیٰ میں بنیادی اور مرکزی مقام رکھتا ہے۔ یہ محض ایک نام نہیں بلکہ اُس ہستی کی معرفت کا دروازہ ہے جو تمام کائنات کی خالق ومالک، ہر وجود کی علّت اور ہر فیض کا سرچشمہ ہے۔ انسانی عقل جب اپنے وجود اور کائنات کے نظام پر غور کرتی ہے تو اس کے سامنے کئی سوالات ابھرتے ہیں: یہ کائنات کس نے پیدا کی؟ زندگی کو قائم رکھنے والی قوّت کون سی ہے؟ بے شمار تغیّرات کے باوجود اس نظام میں نظم و توازن کس کے ارادے سے قائم ہے؟ اور وہ کون سی ہستی ہے جس کے بغیر کسی وجود کا تصوّر بھی ممکن نہیں؟ اسلام ان سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ کی ذات میں پیش کرتا ہے۔ وہی ازلی و ابدی ہے، وہی خالق و مدبّر ہے اور اسی کے ارادے اور قدرت سے ہر شے وجود پاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم کا یہ ارشاد بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرہ:3)

کہ اللہ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا (اور) قائم بالذات ہے۔

مخلوق کی زندگی عارضی ہے، اس کا وجود مختلف اسباب کا محتاج ہے اور اس کی قوّتیں محدود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حیات کسی بیرونی سہارے سے قائم نہیں۔ وہ خود قائم ہے اور تمام موجودات کا قیام اُسی کے سہارے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (الزمر:17)

کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک اہم پہلو دعا بھی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ (البقرہ:187)

کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔

انسان جب اخلاص کے ساتھ اپنے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اَور وہ اپنے ربّ سے براہِ راست تعلق قائم کرتا ہے۔ تو اُس کے مَن، دل اور دماغ کی تمام آرزوئیں بھر آتی ہیں۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کی معرفت صرف نظری بحث یا زبانی اقرار سے مکمل نہیں ہوتی۔ اس کا حقیقی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد، اُس پر توکّل، اُس کے حضور دعا، عبادت میں خشوع، مخلوق کے ساتھ رحمت اور معاملات میں عدل کا کامل نمونہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کو انسانی زندگی سے الگ کسی گوشے تک محدود نہیں رکھا بلکہ گھر، معاشرے، تجارت، تعلقات، معافی، انصاف اور خدمتِ خلق ہر جگہ اُس کی رضا کو پیشِ نظر رکھا۔

اسمِ اعظم "اللہ" اور بندے کے درمیان تعلق کو از سرِ نو قائم کرنے اور معرفتِ الٰہی کے سوتے جاری کرنے کے لیے مبعوث ہونے والے عاشقِ صادقِ مصطفیٰ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عظیم الفکر اور بصیرت افروز تحریرات میں اس حقیقت کو غیر معمولی گہرائی اور روشنی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اسلام کے پیش کردہ خدا کی سچی شناسائی کو انسانی روح کی سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت قرار دیا اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہی تمام انوار اور فیوض کا اصل سرچشمہ ہے۔

اس عظیم حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 191 حاشیہ نمبر 11)

فرمایا:

"وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علّتُ العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی ہستیٔ حقیقی تمام عالَم کی قیوّم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے۔ وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حدّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔" (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 191-192، حاشیہ نمبر 11)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توحید کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات ہی میں نہیں بلکہ اپنی صفات میں بھی یکتا اور بے مثل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل ومانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہو گا۔ اس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل ومانند نہ ہو۔"

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 154–155)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے تعلق کی لذّت کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔"

آپ مزید فرماتے ہیں:

"اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحات 21–22)

پس اسمِ اللہ تمام اسمائے حسنیٰ کی بنیاد اور معرفتِ الٰہی کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس نام کے مفہوم کو سمجھنے کا مطلب اُس ہستی کو پہچاننا ہے جس کے بغیر نہ ہمارا وجود قائم رہ سکتا ہے اور نہ کائنات کا نظام۔ قرآن کریم ہمیں اُس کی یکتائی اور صفاتِ کاملہ سے روشناس کراتا ہے، احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے تعلق کی اہمیت واضح کرتی ہیں، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس تعلق کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات ہمیں اُس زندہ خدا کی معرفت کی طرف متوجہ کرتی ہیں جس کی صفات بے مثل ومانند ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیان فرمودہ تعلیم بھی اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق محض عقیدے کا اقرار نہیں بلکہ عبادت، اخلاص، اخلاق اور اطاعت کی صورت میں ظاہر ہونا چاہیے۔

ہماری حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہماری زبانوں کے ساتھ ہمارے دلوں میں بھی زندہ ہو، اُس کی صفات ہماری سوچ اور کردار میں نمایاں ہوں اور اُس کی محبت ہماری زندگی کا مرکز بن جائے۔ ہم اُس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں، اُس کی مخلوق کے حقوق کا خیال رکھیں، اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں اور اپنی نسلوں کو بھی اُس زندہ اور قادر خدا کی معرفت عطا کرنے والے بنیں۔ یہی اسمِ اللہ کا پیغام ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان اپنے خالق سے حقیقی تعلق پیدا کر سکتا ہے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **اللہ** ہی اوّل اَور اللہ ہی آخر کی کیا خوبصورت تعبیر فرمائی ہے۔ کہ

"ذرا غور کرو۔ نماز کی ابتدا اذان سے شروع ہوتی ہے۔ اذان **اَللّٰہُ اَکْبَر** سے شروع ہوتی ہے یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو حاصل ہے کہ اِس میں اوّل اور آخر میں اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہے نہ کچھ اَور۔ مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ اِس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملّت میں نہیں ہے۔ پس نماز جو دُعا ہے اور جس میں اللہ کو جو خدائے تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے مقدّم رکھا ہے۔ ایسا ہی انسان کا اسمِ اعظم استقامت ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 21)

(بتعاون: نعیم اللہ باجوہ۔ آسٹریلیا)